عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!!

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ / جنوری ۲۰۱۸ء

Reg No. P476

جلد: شش دھم

شمارہ: ۵

فہرست

فی شمارہ : 20/- روپے

سالانہ بدل اشتراک : 250/- روپے

ملنے کا پتہ : پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

رسالہ جاری کروانے اور بذریعہ موبائل ترسیلِ زر کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں 0313 979 2537

تمام گزشتہ شمارے ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔

physiologist72@hotmail.com | www.darwaish.org | akhun82@gmail.com

اداریہ

پشاور یونیورسٹی میں عرصہ نوسال اساتذہ کی تنظیم کی صدارت کرنے کے بعد آخر فرینڈز تنظیم کو زوال ہوا۔ ہمارے ساتھیوں کے مقابلے میں الیکشن ہارے اور میدان سے نکلے۔ فرینڈز، عوامی نیشنل پارٹی کی ذیلی تنظیم تھی۔ عوامی نیشنل پارٹی نے اپنی حکومت کے دوران بہت یونیورسٹیاں بنائیں اور یونیورسٹیوں میں اپنی اساتذہ کی تنظیم فرینڈز کو مضبوط کیا۔ اپنی تنظیم کے لئے میرٹ کے خلاف فیصلے کر کے ناحق اپنے ساتھیوں کی ترقیاں کرتے رہے جس سے ملازمین ترقی کی لالچ میں اور نقصانات کے خطرات کے پیش نظر ان کی تنظیم کا ساتھ دیتے رہے۔ یہ تو خیر دنیا کا نقصان تھا۔ اپنی مخصوص ذہنیت کی وجہ سے مختلف موقعوں پر یہ لوگ دین کے خلاف نا قابل برداشت باتیں بولنے لگے تھے۔ ان کا زور اتنا زیادہ ہو گیا تھا کہ پیپلز پارٹی اور جماعت اسلامی کی تنظیموں نے ان کے آگے گھٹنے ٹیک دئے تھے۔ فضل الرحمان پارٹی کی اور مسلم لیگ کی تو ہمارے صوبے کی یونیورسٹیوں کے اساتذہ میں سرے سے تنظیم ہی نہیں۔

دین کے نقصان کے پیش نظر ہمارے ساتھیوں نے ان کے مقابلے کے لئے تنظیم بنائی۔ حالات ایسے تھے کہ پیپلز پارٹی اور جماعت اسلامی دونوں تنظیموں نے ہمارے ساتھیوں کے زیر سایہ ہو کر ہی الیکشن لڑا۔ بندہ نے ساتھیوں کو واضح بتادیا تھا کہ عوامی نیشنل پارٹی کے وائس چانسلر اور انتظامیہ آپ کو خوب تنگ کریں گے، ترقیاں روکیں گے اور آپ کا حق مار کر اپنے لوگوں کو ناحق مراعات دیں گے۔ یہ بھی بتادیا تھا کہ اس موقع پر تبلیغ والے حضرات، مختلف پیران صاحبان کے مریدین اور میرے اپنے ثوابی مریدین، جو صرف برکت کے لئے بیعت ہوئے ہیں، آپ کا ساتھ نہیں دے سکیں گے، کیونکہ مسئلہ مفاد کا ہے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ فرینڈز انتخاب جیتے اور ہمارے ساتھیوں کو نوسال تک خوب اذیت دیتے رہے۔ اللہ کی رضا کے لئے ساتھی یہ برداشت کرتے رہے۔ ساتھیوں نے کہا کہ ہم تو ہار گئے، بندہ نے ان سے کہا کہ آپ کو اس ساری کارکردگی کے بعد یونیورسٹی کے ماحول اور مختلف جلسوں اور فورمز پر یہ حیثیت حاصل ہوگئی ہے کہ جب یہ دین کے خلاف کوئی بات کریں تو آپ بطور دینی تنظیم کے ان کو روکیں اور ان کو لگام ڈالیں اور ان کے لئے اے بی ایس بریک ثابت ہوں۔ ساتھیوں نے کہا کہ ہاں! یہ بات ہوگئی ہے۔ بندہ نے کہا: ''الحمد للہ! یہ وہ چیز تھی جو میں چاہتا تھا کہ آپ کو حاصل ہو، ہمارا یہ مقصد تھا ہی نہیں کہ آپ کو پوسٹیں ملیں۔'' بالآخر فرینڈز زوال پذیر ہوئے اور میدان سے خارج ہوئے۔

قربانی سے روکنے کا مسئلہ

(حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''حیات المسلمین'' سے انتخاب)

بعضے ظالم لوگ قربانی کرنے پر خاص کر گائے کی قربانی پر مسلمانوں سے لڑائی جھگڑا کرتے ہیں اور کبھی عین قربانی کے وقت مسلمانوں پر چڑھ آتے ہیں اور قربانی جو کہ ان کا حقِ جائز بلکہ واجب ہے اس کے چھوڑنے پر مجبور کرتے ہیں، جو سراسر ان سے زیادتی ہے۔ اور چونکہ اوپر آیتوں اور حدیثوں میں خاص گائے کا حلال ہونا، اور اس کی قربانی کی فضیلت اور خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا گائے کی قربانی فرمانا بھی مذکور ہے، اس لئے مسلمان اس مذہبی دست اندازی کو گوارا نہیں کرتے اور اپنی جان دے دیتے ہیں جس میں وہ بالکل بے قصور ہیں سو اس کے متعلق مسئلہ سمجھ لینا چاہئے کہ جس طرح ایسی مضبوطی کرنا جائز ہے، اگر کہیں ایسی مضبوطی کرنا خلافِ مصلحت ہو تو شرع سے دوسری بات بھی جائز ہے، وہ یہ کہ اس وقت صبر کریں اور قربانی نہ کریں اور فوراً حکام کو اطلاع کر کے ان سے مدد لیں، اگر قربانی کی مدت میں یعنی بارہ تاریخ تک اس کا کافی انتظام کر دیا جائے، قربانی کرلیں اور اگر اس کے بعد انتظام ہو تو اگلے سال قربانی کریں، اور اس سال قربانی کے حصّہ کی قیمت محتاجوں کو دے دیں، اور اگر پہلے سے معلوم ہو جائے کہ جھگڑا ہوگا تو اس وقت وہ طریقہ اختیار کریں جو روحِ دہم میں لکھا گیا ہے، اس کا یہ مضمون ہے کہ اگر کسی مخالف کی طرف سے کوئی شورش ظاہر ہو تو حکام کے ذریعے سے اس کی مدافعت کرو، خواہ وہ خود انتظام کر دیں، خواہ تم کو انتظام کی اجازت دیدیں اور اگر خود حکام ہی کی طرف سے کوئی ناگوار واقعہ پیش آوے تو تہذیب سے اپنی تکلیف کی اطلاع کر دو، اگر پھر بھی حسب مرضی انتظام نہ ہو تو صبر کرو، اور عمل سے یا زبان سے یا قلم سے مقابلہ مت کرو، اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ تمہاری مصیبت دور ہو، اور اگر کہیں ظالم لوگ چھوڑ دینے پر نہ مانیں، اور جان ہی لینے پر آمادہ ہوں تو مسلمانوں کو مقابلے پر مضبوط ہو جانا ہر حال میں فرض ہے، گو کمزور ہی ہوں۔ خلاصہ یہ کہ حتیٰ الامکان فتنہ وفساد کو امن کے ساتھ دفع کریں اور جو کوئی اس پر بھی سر ہی ہو جائے تو پھر مرتا کیا نہ کرتا۔

بقول سعدی رحمۃ اللہ علیہ:

چودست از همه حیلتے در گسست
حلال ست بردن بشمشیر دست
اگر صلح خواهد عدو سر مپیچ
وگر جنگ جوید عناں بر مپیچ

تبصرہ:

یہ مضمون حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان بننے سے پہلے لکھا تھا جبکہ حکومت انگریزوں کی تھی اور انگریز مسلمان کے مقابلے میں ہندو کو زیادہ خوش رکھتا تھا۔ چنانچہ وقتاً فوقتاً گائے کے ذبیحہ پر ہندو فسادات کھڑے کرتے رہتے تھے۔ رخصت اور سہولت کی مختلف صورتوں کو بیان کرتے ہوئے اس دور میں کمر باندھ کر مقابلہ کرنے کی صورت بھی آپ نے بیان کی ہوئی ہے۔ اس بات کا آج کل کے پاکستان سے مقابلہ کیا جائے جہاں مسلمانوں کی حکومت ہے، مسلمانوں کی فوج ہے، اس حکومت کے دوران مختلف موقعوں پر دینی احکامات کے خلاف حکومت کے فیصلے آجاتے ہیں، حالانکہ یہ شرعی حکم ہے کہ مستحب پر عمل کرنے کا ثواب ہے عمل نہ کرنے کا کوئی گناہ نہیں ہے، لیکن کوئی حکومت اگر قانون کے ذریعے مستحب کو ختم کرنا چاہے تو یہ پورے دین پر حملہ تصور ہوگا۔ مزید یہ کہ کوئی مسلمان یا حکومت یوں کہے کہ ہم مستحب کو نہیں مانتے تو اس سے وہ کافر ہو جاتے ہیں (اکفار الملحدین)۔ ایسے حالات میں جبکہ جمہوری طرز میں جلسہ جلوس کر کے حکومت کو عوام اپنی ناگواری سے آگاہ کرتے ہیں، کیا یہ جلسے اور جلوس سب مسلمانوں پر واجب نہیں ہو جاتے؟ پاکستان کی سیاست میں جمعے کی چھٹی کو نواز شریف نے دو تہائی اکثریت حاصل کرتے ہی ختم کر دیا۔ عوام کو تو چھوڑیں ساری دینی پارٹیوں نے چوں تک نہیں کیا۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے سود کے خاتمے کا فیصلہ دے دیا۔ اس کے خلاف نواز شریف نے سپریم کورٹ میں کیس دائر کر دیا۔ ساری دینی پارٹیوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ یہ کوتاہیاں ہوتی ہیں جو بڑھتے بڑھتے باطل کے چھا جانے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

ملفوظاتِ شیخ۔ ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم (قسط۔۹۱)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب، پشاور یونیورسٹی)

معاشرے میں حکام، مالدار اور اہلِ علم لوگوں کی غلطیاں جب حد سے بڑھ جاتی ہیں تو ان پر اللہ کا ایسا عذاب آتا ہے کہ نیست و نابود کر دیا جاتا ہے:

اِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّھْلِکَ قَرْیَۃً اَمَرْنَا مُتْرَ فِیْھَا فَفَسَقُوْا فِیْھَا فَحَقَّ عَلَیْھَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰھَا تَدْمِیْرًا

حضرت والا نے آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ جب ہم نے کسی بستی کو غارت کرنے کا، تباہ کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے آسودہ لوگوں کو فسق و فجور میں مبتلا کیا، اس کے آسودہ لوگ فسق و فجور میں مبتلا ہو کر اتنے آگے بڑھے کہ ان پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان کو جڑوں سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا۔

تو یہ آسودہ لوگ کون ہوتے ہیں؟ یہ تین طبقات ہیں۔ حکام، مالدار لوگ اور اہلِ علم۔ یہی تین طبقے ہیں جو معاشرے کے آگے ہوتے ہیں اور معاشرہ ان کے پیچھے چلتا ہے۔ ان تینوں کی غلطیاں جب حد سے بڑھ جاتی ہیں تو ان پر اللہ کا ایسا عذاب آتا ہے کہ نیست و نابود کر دیا جاتا ہے۔

حکام ظلم اور رشوت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ان کے ہاتھ میں اقتدار ہے، وہ جو کریں کوئی بول نہیں سکتا، پولیس، فوج، اسلحہ، طاقت ان کے پاس ہے۔ لہٰذا ان سے ظلم سرزد ہو جاتا ہے، وہ ظلم کرتے ہیں، بددیانتی کرتے ہیں، مال چھیننے کا ظلم کرتے ہیں، عورتوں پر ہاتھ ڈالنے کا ظلم کرتے ہیں۔

(Corruption of sex and corruption of money)

ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ میں ایم۔ فل کے سلسلے میں کراچی میں ٹھہرا ہوا تھا، وہاں پر میں نے عید کی قربانی کی، جب بکرے کی کھال اتاری تو آدمی آگئے کہ کھال دو۔ میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے کہا کہ میں ایم کیو ایم کا آدمی ہوں۔ میں نے بتایا کہ ہم تو کھال دینی مدرسے کو یا کسی غریب مسکین کو دیتے ہیں۔ وہ بولا کہ اپنی کھال دیتے ہو یا یہ؟ (یعنی اس حد تک غنڈہ

گردی ہے) میں نے سوچا کہ یا اللہ! اگرچہ پٹھان آدمی ہوں، ایسے تو ہم شکست نہیں کھایا کرتے لیکن اب مسافر ہوں اوران کے ساتھ اب کُشتی کے حالات نہیں ہو سکتے۔ تو اس نے جبری کھال لے لی۔ ظلم یہاں تک بڑھ جاتا ہے اور بددیانتی اتنی بڑھ جاتی ہے۔

اہل علم کا کیا ہوتا ہے؟ یہ اپنے علم کو چھپاتے ہیں، اقتدار کا ساتھ دیتے ہیں، اور لوگوں کو خوش کرنے کیلئے علم کی ایسی تعبیریں اور تشریحات کرتے ہیں تا کہ یہ علماء مقبول ہوں اوران کی اقتدار تک رسائی ہو۔ اور مالدار کیا کرتے ہیں؟ ان کا مال ظلم وستم کیلئے استعمال ہوتا ہے، فسق و فجور کیلئے استعمال ہوتا ہے، گناہوں کیلئے استعمال ہوتا ہے، ناچ گانوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کا تو کتا بھی موٹر میں بیٹھا ہوا ہے، مکھن اور ٹوسٹ کھا رہا ہے جبکہ غریب کا بچہ بِلک رہا ہے اور چیخیں مار رہا ہے، اور اسے کھانا پہنچانے والا کوئی نہیں۔ میڈیکل کالج کو آپ دیکھ رہے ہیں ناں! اس کی دوسری بار رینوویشن (تزئینِ نو) ہو رہی ہے۔ جب پہلی مرتبہ ہوئی تو ۷۵ لاکھ روپے دیے گئے تھے۔ اب دوبارہ صحیح سالم کالج کی عمارت کی رینوویشن ہو رہی ہے اور یہ اس صوبے میں ہو رہا ہے جہاں ہسپتال میں مریض اور بچے ایڑیاں رگڑ رہے ہیں، ان کے لئے دوائی نہیں ہے۔

اہلِ علم بھی ان (حکومتوں) کے وسائل، بنگلوں، موٹروں کو لینے کے لیے انہیں خوش کرتے ہیں۔ جس وقت ابنِ علقمی (شیعہ) نے بغداد کی خلافت کے خلاف ہلاکو خان کو حملہ کرنے کی دعوت دی تو اس نے جواب دیا کہ حملہ تو میں کرلوں گا لیکن یہ مسلمانوں کا مرکز ہے، اس میں ان کے اتنے علماء ہیں، اہلِ حکومت اور فوج کے پیچھے ہٹنے کی صورت میں بھی اگر ان علماء نے جہاد کا نعرہ لگایا تو سارے عوام کو ہمارے خلاف کردیں گے۔ ابنِ علقمی نے کہا کہ اس کا میں نے بندوبست کرلیا ہے۔ ابنِ علقمی سارے علماء کے پاس گیا اوران سے کہا کہ میں نے تمہاری جان بخشی ہلاکو سے کرا لی ہے، تم میرے ساتھ جا کر اس سے مذاکرات کرو۔ ان علماء کا علمی حال یہ تھا کہ وہ ابنِ علقمی شیعہ (جو اس وقت وزیر اعظم تھا) کی قیادت میں اپنی حکومت کے خلاف یعنی اسلامی حکومت کے خلاف مذاکرات کرنے کے لیے کافر کے پاس گئے! اور جب مذاکرات کے لئے گئے تو ہلاکو خان نے مسئلے کو فوری حل کرلیا۔ اس

نے سب کی گردنیں ماردیں۔

جب میں خیبر میڈیکل کالج میں اناٹمی ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ ہوتا تھا تو ایک دفعہ میں نے طلبہ کو پڑھانے کیلئے Teaching Aid کی چند چیزوں کا پرنسپل سے مطالبہ کیا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرا خیال ہوا کہ آدمی نیک ہے، نمازی ہے، حج وعمرہ بھی کیا کرتا ہے، ہوسکتا ہے کہ پیسے نہ ہوں اس لیے اب میں دوبارہ کیا کہوں، بری بات ہے۔ پھر میں ایک دوسرے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے دفتر کی Renovation (تزئین نو) ہورہی تھی۔ ایک دفتر کی رینوویشن پانچ لاکھ میں ہورہی تھی! اس کے بعد جب تیسرے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ کے پاس گیا تو پانچ لاکھ میں اس کے دفتر کی بھی رینوویشن ہورہی تھی اور یہ سب کیوں ہورہا تھا؟ پرنسپل صاحب کا بیٹا ان دونوں کی کلاس میں چلا گیا تھا اور وہ ایسا نتھو خیرا تھا کہ اس کے لیے یہی کچھ کر کے اسے آگے دھکیلا جاسکتا تھا۔ تو مجھے خیال ہوا کہ پیسوں کی کمی نہیں ہے بلکہ ترجیحات (Priorities) اور سوچ جدا ہیں۔ اس کی ترجیح اپنے بیٹے کو پاس کروانے کے لیے ان پروفیسروں کو خوش کرنا ہے اور میری ترجیح یہ تھی کہ مجھے چیزیں ملیں تاکہ میں لوگوں کو پڑھاؤں، انھیں صحیح علم حاصل ہوتا کہ وہ مستقبل کے صحیح ڈاکٹر بنیں۔

دوسرے پرنسپل صاحب آئے تو سب سے پہلے میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا دفتر رینوویٹ نہیں ہوا، میں اسے رینوویٹ کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ جب تک میں بیٹھا ہوا ہوں میں اسے رینوویٹ نہیں کراؤں گا، میرے بعد اگر آپ لوگ کرتے ہیں تو کریں لیکن میں نہیں کراؤں گا، میں اس میں بالکل بھی برا نہیں لگتا کیونکہ میرے سامنے اس ملک کے وہ عوام ہیں جنھیں کھانے کو نہیں مل رہا، جنھیں علاج کو نہیں مل رہا اور ان کے پاس سر چھپانے کی جگہ نہیں ہے۔

تو میرے بھائی! یہ تیرے پاس جو پیسہ ہے یہ ابھی بھی کم نہیں۔ یعنی امریکہ کا سودی قرضہ آنے کے بعد، جس کا آدھا اہلِ حکومت لوٹتے ہیں، باقی میں سے بیوروکریٹ لوٹتے ہیں، پھر اس کے بعد استعمال کے لیے ایک چوتھائی آگے آتا ہے (یہ جو انجینئر کام کرتے ہیں انہیں سارا پتہ ہوتا ہے) تو وہ جو آیا ہوتا ہے وہ بھی کم نہیں، ملکی اور عوامی اشد ضروریات کے لئے وہ بھی کم نہیں، لیکن اس کا

بھی یہ حشر ہوتا ہے جو میں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں۔ تو معاشروں میں حکام، مالدار طبقہ اور اہلِ علم کا یہ حال ہوتا ہے۔

انسان کے بننے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے آخری، مکمل اور اعلیٰ پیغام قرآن پاک کی شکل میں بھیجا:

فرمایا کہ انسان کے بننے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے آخری پیغام، سب سے مکمل پیغام اور سب سے اعلیٰ پیغام قرآن پاک کی شکل میں بھیجا جس نے ۱۴۳۸ سال سے چیلنج دیا ہوا ہے کہ میرے جواب کے تین جملے بنا کر لاؤ اور ۱۴۳۸ سال گزر گئے اور سارا عالمِ انسانیت اس بات کا جواب نہیں دے سکا۔ رازی ہال میں میرا درسِ قرآن ہوتا تھا۔ وہاں ایک آیت میں نے پڑھی، اس میں لکھا تھا کہ قرآن یہ کہہ رہا ہے لہٰذا اس کو مانو تو اس وقت کے جو میرے طلباء تھے انھوں نے کہا کہ سَر: اس کو ہم تو بالکل مانتے ہیں کیونکہ مسلمان ہیں، جو قرآن کہہ رہا ہے اس کو مانتے ہیں اور اسی کو حق سمجھتے ہیں، ہمارا اس پر ایمان و یقین ہے لیکن ایک کافر کہے کہ میں اس کو خواہ مخواہ مانوں تو کیوں مانوں؟ قرآن کہہ رہا ہے تو میں مان لوں... یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ یہ کوئی منطقی Logical یا عقلی بات یا کوئی فلسفیانہ بات نہ ہوئی کہ ایک آدمی کہہ رہا ہے کہ میری بات مانو اور دوسرا کہے کہ میں مانتا ہوں جبکہ اس کے پیچھے کوئی دلیل ہی نہ ہو۔ اس کا کیا جواب ہے؟ میں نے کہا آپ کا سوال بڑا مشکل ہے مجھے اس کا جواب سمجھ نہیں آ رہا۔ میں پوچھوں گا اہلِ علم سے اور پھر آپ کو بتاؤں گا۔ جب کوئی سوال انسان کے ذہن میں آ جائے تو انسان کے ذہن کا کمپیوٹر کام شروع کر دیتا ہے۔ یہ سو رہا ہو یا جاگ رہا ہو، سوچتا ہو نہ سوچتا ہو، نماز پڑھ رہا ہو، کھانا کھا رہا ہو، کمپیوٹر اپنی فائلیں الٹ پلٹ رہا ہوتا ہے اور اپنا کام کر رہا ہوتا ہے۔ ایک دن تلاوت کرتے ہوئے میرے سامنے بات آئی تو میں نے سوچا کہ آج اس کا جواب دوں گا۔ اس دن جو میں درس کے لئے بیٹھا تو میں نے کہا کہ آج میں آپ کے سوال کا جواب دینے کے لئے تیار ہوں۔ آپ نے پوچھا تھا کہ قرآن اس بات کو کہہ رہا ہے کہ مانو تو ہم کیوں مانیں، یہ تو کوئی عقل، دلیل کی بات نہ ہوئی تو اس کے جواب میں جو آیت آئی ہے وہ پہلے پارے میں ہے اور وہ

ہے: و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھدآئکم من دون اللّٰہ ان کنتم صادقین (البقرہ ۲۳)

اگر تم شک میں ہو اس چیز کے بارے میں جسے ہم نے اتارا اپنے بندے پر تو پھر اس کی طرح کی ایک سورۃ لاؤ اور سارے حمایتیوں کو لے کر آجاؤ۔ یعنی انسان کے پاس جتنا علم، تجربہ، سائنس، ٹیکنالوجی، جتنے وسائل ہیں ساروں کو لے کر آؤ اور ان سب کو لا کر اس کے مقابلے کی چیز لے کر آئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم بھی ہو اور اگر نہ لا سکے تو قرآن نے آپ کو لاجواب کر دیا۔ جس طرح آپ پشتو میں کہتے ہیں چہ پڑ می کہ مڑ می کہ (مجھے لاجواب کر دو، خیر ہے پھر قتل کر دینا) یعنی جو آدمی لاجواب ہو گیا اور شکست کھا گیا، جس نے ہتھیار ڈال دیئے پس اس کے دلائل اور باتیں ختم ہو گئیں۔ اب جس نے لاجواب کیا ہے اور جس نے پڑ کیا ہے تو بات اس کی چلے گی۔ میں نے کہا اب بتاؤ کہ مانو گے کہ نہیں مانو گے؟ یا تو قرآن کا جواب لاؤ اور اگر نہیں لا سکتے تو اس کے آگے جب لاجواب ہو گئے تو اب جو قرآن کہتا ہے، اسے ماننا پڑے گا۔

اللہ کے خاص بندوں کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ یوں چاہتے ہیں کہ ان کی نگاہ اسباب پر نہ ہوا کرے بلکہ مسبب پر ہوا کرے:

فرمایا کہ معرفت پانی پر چلنے کو نہیں کہتے۔ ہوا میں اڑنا، پانی پر چلنا، یہ معرفت نہیں ہے۔ معرفت کہتے ہیں تعلق مع اللہ اور اللہ کی رضا کو سمجھنا، گہرے سے گہرا سمجھنا۔ ایک بزرگ کے بارے میں آیا ہے، کہتے ہے میری جب پیشی ہوئی وفات کے بعد تو مجھ سے سوال کیا گیا کہ کیا لے کر آئے ہو۔ میں نے کہا میرا تو کوئی عمل بھی پیش کرنے کا نہیں ہے ایک بات کو پیش کر دیتے ہیں کہ یا اللہ تبارک و تعالیٰ ہم نے آپ کی توحید پر زندگی گزاری۔ کہتے ہیں مجھ سے فرمایا گیا کہ ایک دن آپ کا پیٹ خراب ہوا تھا۔ تو آپ وہ لیلۃ اللبن (دودھ والی رات) یاد کریں جب پیٹ خراب ہوا تھا تو آپ نے کہا تھا کہ دودھ پینے کی وجہ سے پیٹ خراب ہوا ہے۔ دودھ سے خراب ہونے کا کہا تھا تو آپ کی توحید کہاں رہی؟ حالانکہ عام طور پر ہم عام لوگوں کیلئے اسباب کے ساتھ کسی بات کو متعلق کر کے بیان کرنا جائز

ہے۔ عام فقہی مسئلہ ہے کہ میں نے کہا میری بھینس نے دودھ دیا۔ دیا تو اللہ نے ہی ہے تو یہ شرک کی بات نہیں ہے یا میں نے چنے کھائے تھے، مجھے پیٹ میں درد ہوا۔ یا فلاں جگہ سے کوئی چیز کھائی تھی تو اس سے درد شروع ہو گیا۔ لیکن اللہ کے خاص بندوں کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ یوں چاہتے ہیں کہ ان کی نگاہ اسباب پر نہ ہوا کرے بلکہ مسبب پر ہوا کرے کیونکہ ان سے اللہ تبارک وتعالیٰ توحید کا بہت اونچا مقام چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں پھر یہ بات بھی سامنے آ گئی کہ توحید بھی ناقص نکل گئی۔ اب کیا کریں جی.. اب اللہ تعالیٰ کے فضل کا ہی سہارا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فضل سے ہی مغفرت فرمائی۔

اصلاحی ترتیب بھی اجتماعی شکل میں انسان کیلئے اصلاح کی سہولتیں اور آسانیاں پیدا کرتی ہے:

فرمایا کہ سننِ شعائر کی پابندی ایک درجہ میں فرائض سے زیادہ ہے تو جماعت کی نماز میں جو بلایا گیا تو وہ اس لئے کہ یہ جو اصلاحی نظام ہے فرض کی شکل میں، یہ تو کم از کم ہر مسلمان کے پاس ہونا چاہئے۔ جو آدمی جماعت کی نماز میں نہ آتا ہو اور ہو دین دار تو یہ میرا تجربہ ہے کہ وہ بے دین سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس بات کو کسی کتابی حوالے سے تو میں نہیں کہتا لیکن یہ میرے تجربہ میں ہے کہ آدمی دین دار ہو نماز پڑھ رہا ہو لیکن جماعت کی نماز میں حاضر نہ ہوتا ہو یہ خود رائے ہوتا ہے۔ یہ بے دین سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے کیونکہ بے دین کو ایک یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ میں گناہ گار آدمی ہوں، فاسق فاجر آدمی ہوں۔ جو آدمی جماعت کی نماز میں آنا شروع ہو گیا اس کو آدھا دین مل گیا، اور مسجد کا ماحول اس کیلئے باقی آدھے دین کا بندوبست کر لے گا۔ لہٰذا اصلاحی ترتیب بھی اجتماعی شکل میں انسان کیلئے اصلاح کی سہولتیں اور آسانیاں پیدا کرتی ہے۔

(جاری ہے)

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ دینی سے گڑھ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

(اکبر الہ آبادی)

اٹھائیسواں غریباں

(انتخاب از بوادر النوادر۔ پروفیسر ڈاکٹر قیصر علی خان صاحب مدظلہٗ، انجینئرنگ یونیورسٹی پشاور)

سوال: باب استقبال قبلہ شامی والبحر الرائق وطحطاوی بر مراقی الفلاح وباب ثبوت النسب درمختار و شامی وغیرہ معتبرات فقہیہ سے جو جواز آئے بیت اللہ شریف کا واسطے زیارت اولیاء اللہ کے بلکہ طواف اولیاء کرنے کے ممکن ومنجملہ کرامات ہونا لکھا ہے اور روض الریاحین امام یافعیؒ وغیرہ میں وقوع اس کا اور دیکھنا ثقات ائمہ وعلماء کا اس کرامات کو منقول ہے، اس کو غیر مقلدین لغو وغلط امر کہتے ہیں۔ ان کا قول وخیال یہ ہے کہ کعبہ ایسا معظم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اشرف المخلوقات تھے اس کی تعظیم طواف سے کی وہ دوسرے اپنے سے کم درجہ کی زیارت وطواف کیلئے جائے یہ قلب موضوع (جھوٹ) وناممکن امر ہے۔ ہاں اگر قرآن وحدیث سے یہ امر مدلل کیا جاوے تو قابل تسلیم ہوسکتا ہے۔ لہٰذا علماء احناف کے جناب میں گزارش ہے کہ عقیدے کو نصوص قرآن واحادیث سے یا باستنباط از آیات واحادیث مدلل وثابت فرما کر کتب فقہ حنفیہ وروض الریاحین وغیرہ تالیفات ائمہ سلف کو دھبہ غیر معتمد ہونے سے بچائیں اور جہاں تک جلد ممکن ہو جواب سے سرفراز فرماویں۔ اس امر کی نسبت سخت نزاع درپیش ہے۔

الجواب:

حدیث نمبر (۱)

عن ابن عمرؓ انه نظر یوما الی الکعبة فقال ما اعظمک وما اعظم حرمتک والمؤمن اعظم حرمته عند اللّٰه تعالیٰ منک. (اخرجه الترمذی وحسنه. ص:۲۴، ج:۲، مطبوعہ مجتبائی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں ایک دن کعبہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: تو کتنا عظمت والا ہے اور تیری حرمت (احترام) کتنی بڑی ہے! اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مؤمن کی حرمت تجھ سے بڑھی ہوئی ہے۔

ورواہ ابن ماجه مرفوعاً عن ابن عمرو لفظه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يطوف بالكعبة ويقول ما اطيبك واطيب ريحك واعظم حرمتك والذى نفس محمد بيده لحرمة المؤمن اعظم عند الله حرمة منك... الخ. (ص: ۲۹، اصح المطابع)

ابن ماجہ میں یہی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کا طواف اس حال میں کرتے دیکھا کہ آپ فرمارہے تھے تو کتنا اچھا ہے! تیری خوشبو کتنی اچھی ہے! تیری بڑی حرمت ہے، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے یقیناً مؤمن کی حرمت اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ سے بڑی ہے۔

حدیث نمبر (۲)

عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه و سلم قال اريت الجنة فرأيت امرأة ابى طلحة وسمعت خشخشة امامى فاذا بلال. (رواه مسلم، مشكوٰة)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جنت دکھائی گئی پس میں نے ابوطلحہؓ کی اہلیہ کو دیکھا اور میں نے اپنے سے آگے ایک آواز سنی، اچانک (دیکھا تو وہ) بلالؓ تھے۔

حدیث نمبر (۳)

عن جابر قال سمعت النبى صلى الله عليه و سلم يقول اهتز العرش لموت سعد بن معاذ وفى رواية قال اهتز عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ. متفق عليه (مشكوٰة: ۵۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: سعد بن معاذ کی موت پر عرش ہل گیا۔

حدیث نمبر (۴)

عن انس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الجنة تشتاق الىٰ ثلثة على و عمار و سلمان.

(رواه الترمذى، مشكوٰة: ۵۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت تین بندوں علی، عمار اور سلیمان (رضی اللہ عنہم) کی مشتاق ہے۔

حدیث نمبر (۵)

عن انس قال قال ابوبکر لعمر بعد وفاۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وانطلق بنا الی ام ایمن نزورھا کما کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم یزورھا. (رواہ مسلم، مشکوٰۃ:۵۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی ملاقات کو چلو، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے۔

حدیث نمبر (٦)

عن جابر فی حدیث طویل فلما رأی (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) ما یصنعون طاف حول اعظمھا بیدراً ثلث مرات الحدیث (رواہ البخاری، مشکوٰۃ: ۵۲۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے قرض داروں کے رویے کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قرض داروں کے لیے لگائے ہوئے میرے) کھجوروں کے ڈھیروں میں سے بڑے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے (اور پھر اس پر بیٹھ کر قرض داروں میں تقسیم کیا یہاں تک کہ سب کو پورا ہو گیا)

حدیث نمبر (۷)

عن جابر انہ سمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی اللّٰہ لی بیت المقدس الحدیث متفق علیہ (مشکوٰۃ:۵۲۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں ایک گوشے میں کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے بیت المقدس کو ظاہر کیا۔ (میں اس کی نشانیاں لوگوں کو بتا رہا تھا اور اسے دیکھ رہا تھا)

وجاء فی حدیث ابن عباس فجیء بالمسجد حتی وضع عند دار عقیل وانا انظر الیه.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ مسجد (بیت المقدس) کو لایا گیا یہاں تک دار عقیل کے پاس رکھا گیا درایں حال کہ میں اسے دیکھ رہا تھا۔

بعد نقل ان احادیث کے جواب عرض کرتا ہوں کہ سوال میں معترض کے دو قول نقل کئے ہیں۔ایک یہ کہ قلب موضوع ہے دوسرا یہ کہ ناممکن ہے۔قول اول کی دلیل یہ بیان کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تعظیم طواف سے کی۔اور قول ثانی کی کوئی دلیل بیان نہیں کی سو قلب موضوع کا بیان حدیث نمبر ا سے ظاہر ہے کہ ابن عمرؓ کعبہ سے ہر مؤمن کو افضل بتارہے ہیں اور اول تو یہ امر مدرک بالرائے نہیں اس لئے حکماً مرفوع ہوگا اور اگر اس سے قطع نظر بھی کیا جائے تاہم کسی صحابی سے اس پر نکیر منقول نہیں پھر اس کی صحت میں کیا شک رہا۔پھر ابن ماجہ تو اس کی رفع کی تصریح ہے اور سند بھی اچھی ہے اب کلام مزکور کی بھی حاجت نہیں رہی۔رہ گیا طواف فرمانا رسول اللہ ﷺ کا اس کا اور اس کی تعظیم کرنا سو یہ ایک امر تعبدی ہے (یعنی عبادت والا حکم ہے) جس طرح رسول اللہ ﷺ مساجد کا احترام فرماتے تھے تو کیا مسجد کا آپ سے افضل و اعظم ہونا لازم آ گیا اسی طرح بیت معظم بھی آپ سے افضل نہ ہوگا۔پھر جب آپ اس سے افضل ہوئے اور پھر آپ نے اس کا طواف کیا تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ مفضول (کم افضل) کا طواف افضل کر سکتا ہے۔سو اگر مؤمن بیت معظم سے مفضول بھی ہوتا تب بھی افضل کا طواف کرنا مفضول کیلئے جائز ہوتا چہ جائیکہ مؤمن کا افضل ہونا بھی ثابت ہو گیا، پھر تو کچھ بھی استبعاد (مشکل) نہ رہا۔

باقی یہ ظاہر ہے کہ یہ فضیلت جزئی ہے اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ انسان کو جہت سجدہ بھی بنایا جاوے یا انسان کا کوئی طواف کرنے لگے اور یہ سب اس وقت ہے کہ طواف بطور تعظیم ہو اور اگر یہ طواف لغوی ہو بمعنی آمد و رفت جو مقارب ہے زیارت کا تو وہ اپنے مفضول کیلئے بے تکلف ہو سکتا ہے جیسا حدیث (نمبر ۵،۶) میں مصرح ہے اور محض ایسے امور سے افضلیت کی لزوم کیسے ضروری ہوگا۔جبکہ حدیث (نمبر ۲) میں تقدم بلالؓ کا حضور ﷺ پر منقول ہے اسی لئے اس تقدم کو شرّاح

حدیث نے تقدم الخادم علے المخدوم سے مفسّر کیا ہے پس ایسا ہی یہاں ممکن ہے۔ نیز عرش جو کہ تجلی گاہ خاص حق ہے اور اس کی صنعت میں کسی بشر کو دخل نہیں ظاہراً بیت معظم سے افضل ہے باوجود اس کے اس کی حرکت ایک امتی کے لئے حدیث (نمبر۳) میں مزکور ہے سو اسی طرح اگر بیت معظم کسی مقبول امتی کیلئے حرکت کرے تو کیا استبعاد ہے۔ نیز روح اس حرکت کی اشتیاق ہے سو جنت جو کہ حق تعالیٰ کی تجلی خاص کا دار ہے (حدیث نمبر۴) میں اس کا مشتاق ہونا بعض امتیان مقبولین کی طرف وارد ہے تو کعبہ کا اشتیاق بھی کسی مقبول امتی کی طرف کیا مستبعد ہے۔

پس ان حدیثوں سے خود زیارت وطواف کا استبعاد تو دفع ہو گیا جو کہ بحث نقلی تھی۔ اب صرف یہ بحث عقلی باقی رہی کہ خانہ کعبہ اتنا بھاری جسم ہے یہ کیسے منتقل ہو سکتا ہے۔ سو اول تو ان اللّٰہ علیٰ کل شیءٍ قدیر میں اس کا جواب عام موجود ہے۔ دوسرے حدیث (نمبر۷) کے ضمیمہ میں جواب خاص بھی ہے جو خصائص کبریٰ جلد اول (۱۶) میں نقل کیا ہے۔ بتخریج احمد و ابن ابی شیبۃ والنسائی والبزار والطبرانی وابی نعیم سند صحیح اور یہ سب گفتگو قول اول کے متعلق تھی۔ رہا قول ثانی کہ یہ ناممکن ہے، سو استفسار یہ ہے کہ آیا عقلاً ناممکن ہے یا شرعاً یا عادۃً۔ اول کا انتفاء ظاہر ہے اگر شق ثانی ہے تو معترض کے ذمہ اس کا ثبوت ہے (وانی لہ ذلک)۔ اور اگر شق ثالث ہے تو مسلم ہے بلکہ مفید ہے کیونکہ کرامت ایسے ہی واقع میں ہے جو عادۃً ممتنع ہے ورنہ کرامت نہ ہو گی۔ اب ایک شبہ باقی ہے وہ یہ کہ حس اس کی مکذب ہے۔ کیونکہ تاریخ میں کہیں منقول نہیں کہ کعبہ اپنی جگہ سے غائب ہوا ہو سو ایسا ہی شبہ حدیث سابع کے ضمیمہ میں ہوتا ہے سو جو اس کا جواب ہے وہی اس کا جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت اتفاق سے کعبہ کا دیکھنے والا کوئی نہ ہو اذا اراد اللّٰہ تعالیٰ شیئا ھیلم اسبابہ اور یہ اس وقت ہے جب یہی جسم منتقل ہوا ہو ورنہ اقرب یہ ہے کہ کعبہ کی حقیقت مثالیہ اس حکم کا محکوم علیہ ہے۔

جس طرح حدیث (نمبر۲) میں آپ نے بلالؓ کی مثال کو دیکھا تھا ورنہ بلالؓ یقیناً اس وقت زمین پر تھے۔ اب صرف ایک عامیانہ شبہ رہا کہ اس کی سند جب تک حسب شرائط محدثین صحیح نہ ہو

اس کا قائل ہونا درست نہیں سو اس کا جواب ہے کہ خود محدثین نے غیر احکام کی احادیث میں سند کے متعلق ایسی تنقید نہیں کی یہ تو اس سے بھی کم ہے، یہاں صرف اتنا کافی ہے کہ راوی ظاہراً ثقہ ہو اور اس واقعہ کا کوئی مکذب نہ ہو۔ اس تقریر سے اس کا جواب بھی نکل آیا جو سوال میں ہے کہ اگر قرآن و حدیث سے مدلل کیا جاوے الخ وہ جواب یہ ہے کہ اگر مدلل کرنے سے یہ مراد ہے کہ بعینہٖ وہی واقعہ یا اس کا نظیر قرآن و حدیث میں ہو تب تو اس کے ضروری ہونے کی دلیل ہم قرآن و حدیث ہی سے مانگتے ہیں نیز ائمہ محدثین کی کرامات کو کیا اس طرح ثابت کیا جاسکتا ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ جن اصول پر وہ مبنی ہے وہ قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ امر حاصل ہے۔

تنبیہ: یہ سب اصلاح تھی غلو فی الانکار کی۔ باقی جو غالی فی الاثبات ہیں علماً یا عملاً ان کی اصلاح بھی واجب ہے۔ واللہ اعلم۔ ۸ رجب ۱۳۳۵ھ

خلاصہ: صورتِ کعبہ پتھروں والی عمارت ہے، حقیقتِ کعبہ وہ انوارات ہیں جو وہاں نازل ہوتے ہیں۔ عمارت اپنی جگہ پر ہو اور انوارات نظر نہ آرہے ہوں، تو اہل نظر کے نزدیک حقیقتِ کعبہ اپنی جگہ پر نہیں ہے۔ یہ انوارات کسی اور جگہ سے آنے والے کسی اللہ والے کی گزرگاہ پر برستے نظر آرہے ہوں تو گویا حقیقتِ کعبہ وہاں موجود پائی گئی۔

تواضع

تواضع کند ہوشمند گزین — نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین

(کریما از شیخ سعدیؒ)

The man of wisdom maketh choice of humility,
The bough laden with fruits rests upon the earth.

(The Wsidom of the East Series)

سمجھدار بندہ تواضع کرے — بھری شاخ میوے کی نیچے گرے

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ)

۸/۱ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے بالاکوٹ زلزلہ کے واقعات "۱"

(ڈاکٹر یاسر نسیم صاحب، بالاکوٹ)

آج سے تقریباً بارہ سال پہلے بالاکوٹ اور اس کے گردونواح میں آنے والے اس زلزلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت سی نشانیوں کا ظہور فرمایا۔ زلزلہ کی ان ہیبت ناک لہروں سے کچھ لوگ جاں بحق ہوگئے اور کچھ کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ نفسانفسی کا عالم تھا۔ ہر کوئی سب سے پہلے اپنے آپ کو، پھر اپنے اہل وعیال کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ان لہروں میں کچھ کچی عمارتیں بھی بچ رہی تھیں اور کچھ پکی عمارتیں بھی گر رہی تھیں۔ انہی بچ جانے والی عمارتوں میں سے ایک پلازہ ہمارے ایک رشتہ دار کا بنام "مدنی پلازہ" بالکل محفوظ رہا۔ یہ صاحب کسی نائی، گانے بجانے والے یا غیر شرعی کاروبار کرنے والے کو اپنی عمارت میں کاروبار نہیں کرنے دیتے تھے۔ نیز زکوٰۃ اور دوسرے شرعی احکامات کے مکمل پابند تھے۔

کئی جگہوں پر لوگ ملبے کے ڈھیر کے نیچے سے آوازیں دے رہے تھے کہ ہمیں کوئی نکال لے لیکن اتنے بڑے بڑے ملبے کے ڈھیروں کے نیچے سے ان کو نکالنا محال تھا۔ ایک دو دن بعد وہ آوازیں آنا بند ہوگئیں۔ پھر کچھ دنوں بعد جب اوزار وغیرہ پہنچ گئے تو ملبہ ہٹانے پر ان کی لاشیں ملیں۔

ہمارے گاؤں کے اوپر پہاڑوں پر رہنے والے لوگ صبح سویرے سودا سلف لینے کے لئے پہاڑوں سے نیچے بازار میں آئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک بندہ جو اکثر ہمارے ہاں مزدوری وغیرہ کرتا تھا، اپنے گدھے پر سامان لاد کر واپس پہاڑ کے اوپر چڑھ رہا تھا کہ زلزلہ کی لہر نے زمین کو ایسا پھاڑ دیا کہ یہ بندہ اپنے گدھے سمیت زمین میں دھنس گیا اور زلزلہ کی دوسری لہر نے اسی زمین کو

آپس میں ملا دیا اور وہ ہمیشہ کے لئے اپنے گدھے سمیت اس دنیا سے اوجھل ہو گیا۔

ایک کام کرنے والی عورت جو کہ روزانہ صبح کے وقت ہمارے گھر کام کرنے آتی تھی، ابھی رستے میں تھی، جوں ہی اسے زلزلہ محسوس ہوا وہ ریت کے بنے ہوئے پہاڑ کے نیچے بیٹھ گئی۔ زلزلے کے دوسرے دھچکے نے اس ریت کے ٹیلے کو اس عورت کے اوپر گرا دیا اور یوں زمین نے اسے ہمیشہ کیلئے نگل لیا۔

میرے ایک رشتہ دار نے یہ واقعہ سنایا کہ زلزلہ سے پہلے سب گھر والے گھر میں سو رہے تھے کہ اچانک ان کے گھر میں چھوٹا بچہ رونے لگ گیا۔ کبھی وہ بے ہوش ہو جائے اور کبھی اس کا سانس بند ہو جائے۔ سب لوگ جاگ گئے اور پریشانی کی حالت میں گھر سے باہر نکل آئے تاکہ بچے کو ہسپتال پہنچائیں کیونکہ وہ بالکل مرنے کے قریب ہو رہا تھا۔ جونہی باہر نکلے زلزلہ نے فوراً ان کے مکان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور مکان گر گیا۔ ساتھ ہی ان کا بچہ بھی ٹھیک ہو گیا اور وہ سب بچ گئے۔

ہمارے گاؤں میں ایک بندہ اپنی دکان پر دودھ بیچتا تھا۔ میں نے کسی سے سنا ہے کہ جب زلزلہ کی وحشت اس نے دیکھی تو فوراً کہنے لگا کہ اے اللہ میری توبہ میں آئندہ کبھی بھی دودھ میں پانی نہیں ڈالوں گا۔

ایک یہ واقعہ بھی میں نے سنا کہ زلزلہ کے بعد بہت سی لاشیں مختلف حالتوں میں مل رہی تھیں۔ بعض عورتوں نے زیورات پہنے ہوئے تھے، ایک گروہ ایسا بھی ادھر ان لاشوں کے پاس پہنچا ہوا تھا جو ان لاشوں کے وہ اعضاء جو زیورات سے آراستہ تھے، کاٹتے اور بوری میں ڈال دیتے۔ ایک بندہ مختلف اعضاء اسی طرح ایک بوری میں ڈال کر ایک بس میں سوار ہوا، جب مانسہرہ پہنچا تو اس بس کے سامنے بہت بڑا سانپ آ گیا، بس والے نے فوراً بس روکی اور یہ سانپ بس کے اندر داخل ہو کر اس بوری والے شخص کے پاس آیا اور اس سے لپٹ گیا۔ جب لوگوں نے بعد میں اس کی بوری دیکھی تو اس میں زیوارات سے آراستہ مختلف انسانی اعضاء پڑے ہوئے تھے۔

"۲"

(اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر ملک صاحب، اسلام آباد)

۱۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو میں بطور ڈاکٹر سول ہسپتال راولپنڈی DHQ Hospital Rawalpindi میں ڈیوٹی کر رہا تھا۔ صبح ہمیں اطلاع ملی کہ زلزلہ آیا ہے، ڈاکٹروں کی چھٹیاں منسوخ ہوگئی ہیں اور ہسپتال میں ہنگامی صورت حال (Emergency) نافذ کر دی گئی ہے۔ حادثاتِ اتفاقیہ کے وارڈ (Emergency Ward) سے دوسرے مریضوں کو ہٹا دیا گیا تاکہ زلزلہ زدگان کے لئے جگہ بنائی جا سکے۔ زلزلہ سے متاثرہ لوگ آنا شروع ہو گئے۔ ہم ان کو ایمرجنسی میں چیک کرتے، ضروری ٹیسٹ کرواتے اور پھر وارڈ میں بھیج دیتے۔ وارڈ میں ڈیوٹی کے دوران ہمیں ان لوگوں سے تفصیل کے ساتھ وہاں کے حالات پوچھنے کا موقع ملا۔ ایک صاحب کے ساتھ ان کے تین بچے بھی تھے۔ انھوں نے بتایا کہ میں، میری بیوی اور بچے گھر سے جان بچانے کے لئے بھاگے، گھر سے باہر نکلے تو ایک جگہ زمین پھٹ گئی اور ہم اس میں گر گئے۔ میں پہلے خود باہر نکلا، پھر بچوں کو باہر نکالا اور پھر بیوی کو۔ تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ زمین دوبارہ پھٹ گئی اور میری بیوی اس میں گر گئی۔ اس سے پہلے کہ میں اپنی بیوی کو نکالتا زمین دوبارہ مل گئی اور وہ اس میں دھنس گئی۔ میں بچوں کو لے کر بھاگ گیا۔

میرا ایک چچا زاد بھائی بھی آرمی کی طرف سے وہاں ڈیوٹی پر تھا۔ وہ سویا ہوا تھا۔ زلزلہ ہوتے ہی اس کی بیوی نے اسے زبردستی جگایا، یہاں تک کہ بستر سے نیچے گرا دیا کہ زلزلہ آیا ہے۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا، ضروری سامان اٹھایا اور کمرے سے نکلا کہ گاؤں بھاگیں۔ جیسے ہی اس نے گاڑی پارکنگ سے نکالی تو پوری عمارت گر گئی اور کافی لوگ اس میں دب گئے۔ یہ میاں بیوی بچ گئے۔ اس طرح اور بھی بہت سے لوگوں نے بتایا کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے چن چن کے لوگوں کو بچایا بھی اور مارا بھی۔

زلزلہ زدگان کے حرص و ناشکری کے اور دینی حالات:

زلزلہ زدگان سے ملاقات کے دوران ایک چیز جو بہت واضح تھی وہ ان کی ناشکری تھی۔ وہ برملا اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتے تھے۔ مثلاً اس طرح کہنا کہ ''اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ اور کیا زیادتی کر سکتا ہے کہ رمضان میں ہمیں تکلیف میں مبتلا کیا اور اگر اللہ نے ہمیں تکلیف دی ہے تو ہم بھی روزہ نہ رکھ کر اللہ کو تکلیف دیں گے'' اور ''اللہ نے ہمیں اتنا تنگ کیا ہے وہ اور ہمارے ساتھ کیا کر سکتا ہے''۔ ان لوگوں کی اس قسم کی ناشکری کی باتوں کا ایسا اثر تھا کہ ایک دن ہمارے ایک دین سے نابلد پروفیسر ڈاکٹر صبح کی میٹنگ میں کہنے لگے: ''اللہ تعالیٰ کو شعور (Sense) نہیں کہ کس کے اوپر مصیبت اور پریشانی لانی ہے۔ یہ لوگ پہلے ہی غریب اور مجبور ہیں اور اوپر سے ان کے پہ زلزلہ بھیج دیا۔'' ہم نے اپنے پروفیسر ڈاکٹر سے اِس جملے پر سخت احتجاج کیا اور مشورہ (Meeting) چھوڑ کر چلے گئے۔

زلزلہ زدگان میں حرص بھی انتہا کی تھی۔ Savour Foods رستوران سے کھانے کے جو پیکٹ آتے تھے وہ ایک کے بجائے تین، چار لے لیتے تھے۔ میں ان کو سمجھاتا تھا کہ تم تو اتنا زیادہ نہیں کھا سکتے، یہ زائد پیکٹ جو تم نے لئے ہیں ضائع ہو جائیں گے۔ لیکن وہ پھر بھی زیادہ لیتے تھے۔ اسی طرح جوس اور دودھ کے ڈبے وہ زیادہ، زیادہ لے کر اپنے بستروں کے نیچے رکھ لیتے تھے اور کسی اور کو نہیں دیتے تھے۔ کچھ مخیّر لوگ ہسپتال میں ان لوگوں کو کمبل دیتے تھے۔ یہ لوگ بار بار جا کر چار چار، پانچ پانچ کمبل اکٹھے کر لیتے۔ میں ان سے کہتا کہ تم اتنے کمبلوں کا کیا کرو گے جبکہ تمہیں صرف ایک کمبل کی ضرورت ہے لیکن پھر بھی وہ حرص کی وجہ سے باز نہ آئے۔

زلزلہ زدگان میں سے جو لوگ ٹھیک ہو جاتے ان کو ہم ایک الگ جگہ بھیج دیتے تاکہ ہسپتال میں نئے آنے والے لوگوں کے لئے جگہ خالی ہو۔ لیکن باوجود صحت مند ہونے کے یہ ہسپتال سے نہ جاتے اور لڑائی کرتے۔ میں نے ان سے کہا بھی کہ جو وہاں سے نئے لوگ آرہے ہیں، وہ آپ ہی کے علاقے کے ہیں اور ان کو بھی علاج کی ضرورت ہے لیکن وہ پھر بھی بستر خالی نہ کرتے کہ ہمیں یہاں پر کھانا اور باقی سہولتیں ملی ہوئی ہیں اور ہم نہیں جائیں گے۔ آخر کار ان کو زبردستی نکالنا پڑا۔

برطانیہ میں پی ایچ ڈی کی کارگزاری

(اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر ملک صاحب، اسلام آباد)

۲۰۱۱ء سے ۲۰۱۵ء کے دوران میں برطانیہ کے شہر گلاسگو (Glasgow, UK) میں پاکستان کی طرف سے پی ایچ ڈی کرنے گیا ہوا تھا۔ وہاں ہمارا برطانیہ کے لوگوں سے اور باقی یورپی ممالک کے لوگوں سے رابطہ رہا کیونکہ میں ایک یورپین Research Group کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ ہمارے اس دورانئے میں لوگ ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعہ کے اثر سے نکل چکے تھے اور اس کے بارے میں کوئی بات نہ ہوتی تھی لیکن جس وقت امریکہ نے ایبٹ آباد میں اسامہ بن لادن والے واقعہ کا دعویٰ کیا تو یہ بات پھر سے ہر بندے کی زبان پر آ گئی۔ میں اسی دوران سوئٹزرلینڈ کے شہر جنیوا (Geneva, Switzerland) اپنے ریسرچ گروپ کے انتظامات (Setting) کے لئے گیا ہوا تھا۔ وہاں لوگ مجھ سے اس بارے میں پوچھتے تو میں ان سے کہتا کہ تم لوگوں کے پاس کیا ثبوت ہے کہ ایبٹ آباد میں ایسا ہوا بھی ہے۔ نہ تو امریکہ نے اس کا جسم دکھایا نہ کارروائی کا کوئی ثبوت ہے۔ یہ تو محض ان کا بیان ہے کہ انہوں نے اسامہ بن لادن کو مارا اور پھر جسم کو سمندر میں پھینک دیا۔ یہ امریکہ کی کہی ہوئی بات ہے جس کو آپ لوگ سچ مان رہے ہو۔ اس پر وہ سب سوچ میں پڑ جاتے۔ دو خواتین نے مجھ سے پوچھا کہ وہ جھوٹ کیوں بولیں گے؟ میں نے جواب دیا کہ جس طرح افغانستان اور عراق میں بغیر ثبوت کے انہوں نے کارروائی کی جو کہ بعد میں جھوٹ ثابت ہوئی، اسی طرح انہوں نے یہ بھی اپنے مقصد کے لئے جھوٹ بولا ہوگا۔

یونیورسٹی میں آتے جاتے اور کھانے کے دوران ہم وہاں کے لوگوں سے تبادلۂ خیال کرتے تو زیادہ تر لوگ یہ بات کہتے تھے کہ برطانیہ کی حکومت کو کیا ضرورت ہے کہ وہ افغانستان میں جا کر کارروائی کر رہے ہیں۔ یہ ہمارے ٹیکس کا پیسہ ہے اور اسے اس طرح امریکہ کے کہنے پر اور اس کا حمایتی بن کر ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ یونیورسٹی میں سوشل سائنسز کی عمارت میں میرا ایک دوست بھی

پی۔ایچ۔ڈی کررہا تھا۔ہم لوگ کبھی کبھی دن کا کھانا اکٹھا کھاتے تھے۔اس کی ایک ساتھی تھی جواس کے ساتھ پی۔ایچ۔ڈی کررہی تھی۔اس کا شوہر افغانستان میں برطانیہ کی طرف سے لڑاکا طیارے (Fighter Jet) کے پائلٹ کے طور پر تعینات تھا۔کچھ عرصہ بعد اس عورت نے بتایا کہ اس کا شوہر واپس آگیا ہے اور اس کو کوئی نفسیاتی مسئلہ پیش آگیا ہے۔گھر آنے کے بعد بھی وہ اپنی بیوی سے جھگڑے کرتا اور گھر میں توڑ پھوڑ کرتا جس کی وجہ سے وہ عورت کافی پریشان رہتی تھی اور کئی مرتبہ روبھی پڑتی۔اس خاتون نے بتایا کہ میرا شوہر کہتا ہے کہ افغانستان میں بہت سے فوجیوں کو نفسیاتی مسئلے ہوجاتا ہے جس کا حکومت کے پاس کوئی حل نہیں ہے۔اس کا انھوں نے یہ حل نکالا ہے کہ کسی فوجی کو مقررہ دورانیہ سے زیادہ افغانستان میں نہیں رکھا جائے گا تاکہ فوجی کو پاگل ہونے سے پہلے وہاں سے نکالا جائے۔اس خاتون نے یہ بھی بتایا کہ حکومت برطانوی فوجیوں کے اس طرح کے ذہنی مسائل کو عوام سے چھپاتی رہتی ہے۔یہ کتنا بڑا اور اہم مسئلہ ہے جس کو عوام سے چھپایا جارہا ہے۔

☆☆☆☆☆

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم ناگزیر
از نگاہِ مصطفےٰ ﷺ پنہاں بگیر

(علامہ اقبالؔ)

تُو ہے الٰہ اور میں ادنیٰ فقیر ہوں
محشر کے روز عذر مرے مان لیجئے
میری گرفت حشر میں گر ناگزیر ہو
پوشیدہ مصطفےٰ ﷺ سے ذرا دار و گیر ہو

(منظوم ترجمہ از ڈاکٹر محبّ الرحمان قاضی مرحوم)

”سفرِ حجازِ مقدس“ ﴿قسط: ۲﴾

.... میری زندگی کے یادگار دن ....

(جناب فہیم صاحب، انچارج شعبۂ نفسیات، سوات یونیورسٹی)

حج سے پہلے میں نے ایک مسئلے کا ذکر حضرت جی سے کیا تو انہوں نے ”فضائلِ حج“ کے مطالعہ کا حکم دیا۔ اسی دن سے میں نے مسلسل پڑھنا شروع کیا جس سے مزید جذبہ بنتا رہا۔ حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ کی کتاب ”حج کی آسان اور مفید ترتیب“ پہلے سے پڑھی ہوئی تھی۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب کی ”کتاب الحج“ اور چند دیگر کتابچے بھی رہنمائی کیلئے موجود تھے۔

آٹھویں ذوالحجہ کی رات تقریباً دو (۲) بجے ہمیں منیٰ روانہ کیا گیا۔ تمام بسوں کا رخ منیٰ کی طرف تھا اس لئے پہنچنے میں وقت لگا۔

وہاں پہنچ کر ہمارا پہلا امتحان شروع ہوا کیونکہ خیمے کے اندر جگہ کم تھی اور لوگ زیادہ تھے۔ لوگ حج کو بھول گئے، صرف جگہ اور بستر کی تلاش شروع ہوئی، ساتھ میں لڑائیوں کا آغاز ہوا۔ کامیاب آدمی وہ تھا جس کو جگہ مل گئی۔ ہم بیس تیس آدمی باہر رہ گئے۔ ہم نے سڑک پر نماز ادا کی، پھر مکتب والوں اور معلم سے بات کی لیکن حل نہ نکلا۔ کچھ دیر کے لئے ہمیں غصہ چڑھا، فیصلہ کیا کہ پاکستانی انتظامیہ کے دفتر کے سامنے احتجاج کرتے ہیں لیکن میرے قدم اچانک رک گئے۔ ایک درخت کے نیچے تھوڑی دیر بیٹھا تو ذہن میں ایک بات بیٹھ گئی۔

”چند دن ہیں گزر جائیں گے۔ تھوڑا سا وقت ہے گزر جائے گا۔“

یہ وہ باتیں ہیں جو ہم نے اپنے حضرت جی سے سیکھی ہیں۔ ایک حسرت تھی کہ بس اتنی جگہ مل جائے کہ عبادت سکون سے ہو سکے۔ میں نے اللہ کا نام لیا، ساتھیوں کو الوداع کہا اور روانہ ہوا۔ انہوں نے پوچھا کدھر جاؤ گے، میں نے کہا جو اللہ کو منظور ہوا۔ میں چلتا رہا اور پوچھتے پوچھتے مسجد الخیف پہنچ گیا۔ ادھر جگہ مل گئی۔ نماز ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور اگلے دن نماز فجر ادھر ادا کی۔ اللہ کا شکر

ادا کیا۔ یہ وہی مسجد ہے جہاں پر ستر (۷۰) انبیاء کرام علیہم السلام نے نمازیں پڑھی ہیں اور خود نبی پاک ﷺ نے نمازیں پڑھی ہیں اور قیام فرمایا ہے۔

نو (۹) ذوالحجہ کو اشراق پڑھ کر عرفات کیلئے روانہ ہوا۔ یہ دن گزشتہ دنوں سے بالکل مختلف تھا۔ لوگ ٹولیوں کی شکل میں ایک ہی سمت میں جا رہے تھے اور ان کی زبانوں پر لبیک، لبیک کی صدائیں تھیں۔ پرانے زمانے میں یہ سارا ایک چٹیل میدان ہوا کرتا تھا لیکن آج کل قدم بہ قدم ٹھنڈے پانی کی سبیلیں، غسل خانوں کا انتظام، بیٹھنے کی جگہیں، جگہ جگہ درخت، کھانے پینے کی چیزوں کا انتظام، پانی کے فوارے، غرض بہت کچھ ہے۔

منیٰ، مزدلفہ سے ہوتے ہوئے عرفات کی طرف قدم اٹھ رہے تھے۔ ہر قدم پر تھکن کی بجائے لطف و مزہ حاصل ہو رہا تھا۔ ساڑھے نو بجے کے قریب عرفات پہنچا۔ مسجد نمرہ میں داخل ہوا۔ مسجد مکمل بھری ہوئی تھی۔ لوگ شاید صبح سویرے یا رات ہی سے آئے ہوئے تھے اور ڈیرے ڈال کر سو رہے تھے۔ میں درمیانی راستوں میں سے گزرتا ہوا جگہ تلاش کرتا رہا۔ ارادہ کیا کہ اگر جگہ نہ مل سکی تو باہر کسی خیمے میں چلا جاؤں گا لیکن تھوڑی کوشش کے بعد جگہ مل گئی۔ میں نے جائے نماز بچھائی اور مشغول ہو گیا۔ جس روحانی ماحول کی توقع کر رہا تھا وہ مجھے نہ ملا کیونکہ لوگ یا تو سوتے رہے یا موبائلوں پر تصویریں کھنچواتے رہے۔ جگہ جگہ آدھی صف مردوں نے تو آدھی صف عورتوں نے بنائی ہوتی۔ میرے لئے باہر جانا بھی ممکن نہیں تھا۔ بہر حال خطبہ شروع ہوا۔ مجھے حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ کی یاد آئی کہ کاش اس جگہ وہ مدینہ مسجد کے طرز پر خطبہ پڑھتے۔ ظہر اور عصر دونوں نمازیں اکھٹی پڑھیں۔ ایک اضطراری کیفیت طاری تھی۔ کبھی اٹھتا کبھی بیٹھتا تو کبھی لیٹ جاتا کہ معلوم نہیں کیا ہوگا، آج ہمارے متعلق کیا کیا فیصلے ہوں گے۔ پھر میں باہر نکلا۔ مسجد سے باہر آکر میں نے جبل رحمت پر جانے کی کوشش کی لیکن شدید رش اور گرمی کی وجہ سے نہ جا سکا۔

پھر وضو بنا کر اور تازہ دم ہو کر الگ تھلگ بیٹھ گیا۔ اب کیفیت کچھ اور ہونے لگی۔ پورا یقین ہونے لگا کہ خیرات کے طور پر اللہ تعالیٰ ضرور معاف کرے گا اور خالی ہاتھ نہیں لوٹائے گا۔ پھر مناجات

میں مشغول ہو گیا۔

وَجِئۡنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزۡجَىٰةٍ فَأَوۡفِ لَنَا ٱلۡكَيۡلَ وَتَصَدَّقۡ عَلَيۡنَا.

غروب ہوتے ہی چل پڑا۔ جدھر بھی نظر پڑتی لوگوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جو ایک ہی سمت میں بہہ رہا تھا۔ تقریباً دس بجے ہم مزدلفہ پہنچے۔ آگے بڑھتے رہے۔ مسجد مشعرالحرام کے قریب چند مصری اور عرب نوجوانوں کے ساتھ مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھیں۔ پھر میں آگے روانہ ہوا حتیٰ کہ مزدلفہ کی آخری حد تک پہنچ گیا۔ ادھر تھوڑے فاصلے پر چٹائی بچھا کر قیام کیا۔ شور کی آواز سن میری آنکھ کھلی۔ دیکھا تو لوگ مزدلفہ کی حدود سے نکل کر منیٰ اور جمرات کیطرف بڑھ رہے تھے حالانکہ یہ رات ڈھائی بجے کا وقت تھا۔ پتا نہیں کونسے ممالک کے لوگ تھے اور کس مسلک والے تھے کیونکہ وقوف مزدلفہ کا وقت فجر کے بعد شروع ہوتا ہے جو کہ واجب ہے۔ (بعد میں معلوم ہوا کہ ہمارے گروپ کے چند سادہ لوح افراد بھی نکلے گئے تھے اور اذان فجر کے وقت رمی کی تھی، اور بعد میں پھر دم دیا)

میں نے اٹھ کر وضو بنایا پھر ذکر اذکار نوافل دعاؤں میں مشغول ہوا۔ فجر ہم نے سڑک کے کنارے باجماعت ادا کی۔ جب خوب روشنی پھیل گئی تو ہم منیٰ کی طرف چل پڑے۔ لوگوں کا وہی ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اب مختلف رستوں میں بٹ گیا اور لوگ جمرات کی جانب آہستہ آہستہ حرکت کرنے لگے۔ پیچھے کو نگاہ ڈالی تو انسانوں کے سر ہی سر نظر آرہے تھے یا پھر رنگ برنگی چھتریاں۔ سب سے مشکل کام مجھے رمی لگ رہا تھا کیونکہ لوگوں سے مختلف قصے سن رکھے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے عافیت سے رکھا۔ آگے بڑھتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد تازہ ہو گئی۔ کنکر مارتے ہوئے جو کیفیت طاری ہوئی اس کیلئے الفاظ نہیں ہیں۔

یہ جمعہ کا دن تھا۔ اکثریت لوگ حرم کی جانب جا رہے تھے۔ میں نے دل میں سوچا کہ اس وقت حرم میں انتہائی رش ہوگا، بعد میں جانا مناسب رہے گا لہٰذا واپس مسجد خیف آگیا۔ ظہر، عصر، مغرب، عشاء ادھر ہی پڑھیں۔ سعودی بینک کی انتظامیہ نے بتایا تھا کہ قربانی عصر تک مکمل ہو جائے گی لیکن میں نے عشاء تک انتظار کیا۔ عشاء کے بعد نکلا، پیدل چلتا رہا اور حرم کے قریب پہنچ کر حلق کیا۔

پھر طواف زیارت اور سعی کی۔ فجر کا وقت قریب تھا لہٰذا ادھر ہی قیام کیا۔

اگلے دن ساتھیوں کے پاس خیمے پہنچا۔ وہ مجھے دیکھ کر ناراض ہوئے کہ آپ بغیر اطلاع دیئے کدھر گئے تھے۔ بہرحال پورا دن ان کے ساتھ رہا۔ انہوں نے بتایا کہ آئے روز خیمے کے اندر جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ عصر کو رمی کی۔ وہ رات بھی میں نے باہر جاکر ایک گلی میں گزاردی۔

تیرھویں (۱۳) ذوالحجہ تک بہت کم لوگ منیٰ میں رہ گئے تھے۔ دو تہائی لوگ بارہ تاریخ کو رخصت ہوگئے تھے۔ ہم نے ۱۳ تاریخ کو رمی کی اور پھر اپنی رہائش گاہ کے جانب مکہ مکرمہ چل پڑے۔

معلوم ہوا کہ بس سروس مزید چند روز کیلئے بند رہے گی۔ لہٰذا ہم نے غارِ ثور اور غارِ حرا پر جانے کی ترتیب بنائی اور الگ الگ دن چلے گئے۔ بلندی پر چلتے چلتے جب سانس پھول جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشقتیں، تکالیف اور مصائب یاد آجاتے۔

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

جیسے ہی بسوں کی نقل و حرکت بحال ہوئی حرم جانا شروع، پھر وہی طواف، وہی اپنا کعبہ، وہی لطف و سرور، وہی کشش اور وہی مزے۔

اللہ ہُو میں بڑے مزے ہیں جو چاہے سو چکھ لے
اللہ ہُو میں بڑے مزے ہیں جو چاہے سو چکھ لے

ایک مرتبہ عصر کے بعد ایک ساتھی ہمیں باب عمرہ سے لے کر جبل عمرؓ پر لے گیا اور اس کے قریب ایک کھلی غیر آباد جگہ دکھائی کہ اس جگہ پر آبادی نہیں ہوسکتی۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں پر مشرکین مکہ

اپنی بچیوں کو زندہ درگور کرتے تھے۔ پھر ہمیں اور آگے لے گیا اور ایک کمرہ نما جگہ دکھائی کہ یہ دارِ ارقم تھا۔ دونوں جگہوں کی تصدیق کسی سے نہ ہوسکی۔ (دارِ ارقم سعی کی جگہ میں آگیا ہے)

دورانِ طواف میں حضرت جی مدظلہٗ کا سکھایا ہوا طواف کا ترانہ ترنم سے پڑھتا تو طواف کا مزہ دوبالا ہوجاتا:

اللّٰہُ رَبِّی اللّٰہ حَسْبِی اللّٰہُ ھَادِی اللّٰہُ نُور

اللّٰہُ رَبِّی اللّٰہ حَسْبِی اللّٰہُ ھَادِی اللّٰہُ نُور

اللّٰہُ رَبِّی اللّٰہ حَسْبِی اللّٰہُ ھَادِی اللّٰہُ نُور

اللّٰہُ نور اللّٰہُ نور اللّٰہُ نور اللّٰہُ نُور

نورُ نور نورُ نور

اللّٰہُ نور اللّٰہُ نور

جاں کو عطا ہو سوز و ساز، دل کو نصیب ہو گداز

ہے یہ دعا بصد نیاز، درگاہِ بے نیاز میں

کبھی کبھار میں مناجات مجذوبؒ کا اضافہ کردیتا:

یار رہے یا رب تو میرا اور میں تیرا یار رہوں

مجھ کو فقط تجھ سے ہو محبت خلق سے میں بیزار رہوں

ہر دم ذکر و فکر میں تیرے مست رہوں سرشار رہوں

ہوش رہے مجھ کو نہ کسی کا تیرا مگر ہُشیار رہوں

اب تو رہے بس تا دم آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ!

لا الٰہ الا اللّٰہ لا الٰہ الا اللّٰہ لا الٰہ الا اللّٰہ لا الٰہ الا اللّٰہ

نفس و شیطاں دونوں نے مل کر ہائے کیا ہے مجھ کو تباہ

اے میرے مولیٰ میری مدد کر چاہتا ہوں میں تیری پناہ

مجھ سا خلق میں کوئی نہیں ہے گو بدکردار اور نام سیاہ
اور تو بھی مگر غفار ہے یا رب بخش دے میرے سارے گناہ
اب تو رہے بس تادم آخر ورد زباں اے میرے اللہ!
لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ

طائف کا سفر:

۲۹ ذوالحجہ بروز بدھ ہمارا طائف اور بنی سعد کا سفر ہوا۔ طائف کی طرف جاتے ہوئے راستے میں جگہ جگہ کھجور کے درختوں کے جھنڈ نظر آجاتے تھے جن کے ساتھ ایک جھونپڑی ہوتی تھی۔ یہ منظر مجھے اپنے طرف کھینچتا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ بس اسی جگہ ڈیرہ ڈال کر ٹھہر جاؤں۔

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
پڑیئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار
اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ آپ ﷺ نے طائف کا کٹھن سفر کیسے کیا ہوگا اور پھر ادھر جو آپ ﷺ کے ساتھ سلوک ہوا اسے سن کر تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل دہل جاتا ہے۔ لیکن صد افسوس اس وقت ہم صرف زائرین ہی تھے اور ساتھ میں عشق کے خالی دعویدار۔

سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مکان، مدرسہ، مزار اور مسجد پر چلے گئے۔ مسجد کے اندر نفل پڑھ لئے۔ مدرسہ، مزار اور مکان کو دیوار تعمیر کر کے بند کر دیا گیا ہے تاکہ کوئی آسانی سے دیکھ نہ سکے۔ بہرحال دونوں جگہیں ابھی بھی اصلی حالت میں محفوظ ہیں۔

آگے جا کر اس باغ کو دیکھ آئے جس میں آپ ﷺ نے شریروں کے شر سے بچ کر آرام فرمایا تھا۔ اس جگہ مسجد بنی ہے جہاں پر ہم نے نماز ظہر قصر پڑھی۔ باغ اصلی حالت میں نہیں ہے بلکہ نئے پودے لگا دئے گئے ہیں۔ تھوڑے فاصلے پر ایک پرانی طرز کی مسجد ہے، چھت ٹوٹی ہوئی ہے، اس

کو مسجد رسول ﷺ کہا جاتا ہے۔ اس میں بھی ہم نے دوگانہ پڑھی۔ ساتھ میں ایک چٹان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہاں آپ ﷺ نے ٹیک لگایا تھا تو یہ پتھر موم ہو گیا اور اس میں آپ ﷺ کی کہنی مبارک کا نشان بن گیا تھا۔ اس پتھر کو آجکل سیمنٹ اور آہنی سلاخوں سے بند کر دیا گیا ہے۔

ساتھ ہی پہاڑ کے اوپر دو پتھر دکھائی دیے جن کے متعلق بتایا گیا کہ مشرکین نے ان میں سے ایک پتھر آپ ﷺ کے اوپر گرانا چاہا لیکن آپ ﷺ کے اشارے سے وہ پتھر رک گیا اور ابھی تک اسی حال پر ہے۔

آگے جا کر مسجد علیؓ ہے جس کے بارے میں بتایا گیا کہ یہاں پر حضرت علیؓ نے قیام فرمایا۔ ادھر بھی دوگانہ پڑھ لی۔ پھر ہمارا بنی سعد کی طرف سفر شروع ہوا۔ جو طائف سے تقریباً ۸۰/ ۸۵ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہاں پر آپ ﷺ کا بچپن گزرا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت شیما رضی اللہ عنہا کے گھروں کے نشانات موجود ہیں۔ بکریوں کے چرنے کی جگہ اور پانی کا کنواں بھی موجود ہے۔ بتایا گیا کہ اس کنویں کا پانی بکریوں کیلئے خود بخود اوپر آ جاتا تھا۔ قریب ہی ایک درخت دکھایا گیا، شقِ صدر کا واقعہ آپ ﷺ کے ساتھ اسی جگہ پیش آیا۔ لوگوں نے یہ سنا تو اسی کیکر کے درخت کی ٹہنیاں، پتے توڑنے لگے اور اس کو چومنا شروع کیا حالانکہ درخت قریبی زمانے کا لگتا ہے نہ کہ پرانا۔

راستے میں کھانے کے وقفے کے بعد ہم سیدھا میقات ''القرن المنازل'' پہنچے۔ غسل کر کے احرام باندھا۔ دوگانہ نفل کے بعد عصر باجماعت قصر پڑھ لی اور مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ قبیلہ بنو ہوازن کے ساتھ غزوہ حنین لڑی گئی تھی جسکا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ وہ مقام بھی طائف کے راستے میں آتا ہے لیکن ہم اتر کر اسے دیکھ نہ سکے۔

مغرب حرم شریف میں ادا کر کے عمرہ شروع کیا۔ طواف مکمل کر کے عشاء کے بعد سعی ادا کی۔ میرے ساتھ اس دن آزاد کشمیر کے ایک ریٹائیرڈ فوجی پورا دن اکھٹے رہے۔ حلق کرانے کے بعد ہم احرام سے نکل آئے اور رات حرم شریف میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔

میری شدید خواہش تھی اور دعائیں مانگ رہا تھا کہ یا اللہ میری ملاقات کسی اللہ والے سے

ہو جائے تاکہ میرے قلب سے غبار چھٹ جائے (کیونکہ پشاور سے آکر اپنے حضرت جی کی کمی محسوس کرر ہا تھا)۔اسی رات اچانک ایک نقشبندی شیخ سے ملاقات ہوئی جو بنیادی طور پر لاہور سے تھے اور مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔انہوں نے آخرت کے حوالے سے مفید باتیں کیں۔ میں نے انہیں اپنے حضرات اوران سب کی دینی خدمات کے متعلق آگاہ کیا تو انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔غالباً اسی رات یا کسی اور رات میں نے پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب کو بھی دور سے دیکھ لیا جن کے ساتھ خدام بھی تھے لیکن وہ پھر بھیڑ کے اندر غائب ہو گئے۔

یکم محرم ۱۴۳۹ھ سے عمرے والے افراد کی تعداد بڑھنے لگی جو بیوی بچوں سمیت آرہے تھے۔ان میں اکثریت ان ممالک کے لوگوں کی تھی جہاں شرعی پردے کا رواج کم ہے۔ مجھے حضرت جی مدظلہٗ کی بات یاد آگئی۔ایک بار انہوں نے فرمایا تھا:''میں نوجوانوں کیلئے عمرے پر جانا پسند نہیں کرتا کیونکہ چند دن تک عبادت کا جذبہ برقرار رہتا ہے اس کے بعد بدنظری کا خطرہ بڑھ جاتا ہے،اور حدودِ حرم میں گناہ کا وبال بہت زیادہ ہے۔'' بفضلہٖ تعالیٰ بندہ غیبی طور پر ماحول سے محفوظ رہا۔وسوسے آنے لگتے تو دو(۲) آیات کا مراقبہ شروع کر دیتا:

۱۔ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی. (کیا تجھے خبر ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟)

۲۔ یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ. (لوگوں سے ڈرتے ہیں اللہ سے نہیں ڈرتے ،اور وہ (یعنی اللہ) تو ان کے ساتھ ہے)

۴؍محرم کو ہمارا مکہ مکرمہ میں آخری دن تھا۔اس لئے تیسرے اور چوتھے محرم الحرام کی درمیانی رات حرم شریف میں گزاردی۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ آج بڑی عبادت نہ کر سکا تو صرف خانہ کعبہ کو دیکھتا رہوں گا لیکن صد افسوس کہ میری تشنگی صبح تک ختم نہ ہو سکی اور بوجھل قدموں کے ساتھ طوافِ وداع کر کے واپس ہوا۔ایک طرف مکہ مکرمہ چھوڑنے کا افسوس ہو رہا تھا تو دوسری طرف مدینہ منورہ جانے کی خوشی تھی۔انوکھے جذبات کا احساس ہو رہا تھا۔

مکہ مکرمہ میں پورا قیام انتہائی خوشگوار رہا۔صحت اچھی رہی البتہ چند روز تک کھانسی نے

تھوڑا پریشان کیا۔ رات کو کھانسی کا دورہ شروع ہو جاتا اور دن کو غائب ہو جاتا۔ دن کو میں بے فکر ہو جاتا لیکن رات کو پھر کھانسی شروع۔ میں نے اپنے سلسلے کے ساتھی ڈاکٹر میرویس کو صورتحال سے آگاہ کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ کو الرجی ہوگئی ہے۔ انہوں نے گولیوں کے نام لکھ بھیجے۔ بفضلہٖ تعالیٰ استعمال سے فوراً ٹھیک ہوگیا۔

قیام کے دوران میری کوشش رہی کہ چند اصولوں پر عمل کروں گا۔ (۱) کم کھانا (۲) کم سونا (۳) ضرورت کی باتیں کم کرنا (۴) مسجد سے باہر کم نکلنا (۵) زیادہ ذکر و عبادت (۶) زیادہ خدمتِ خلق (۷) تعلیم و تعلم / مذاکرے (۸) سوال نہیں کرنا / طمع نہیں رکھنا (۹) کسی کی چیز بغیر اجازت استعمال نہ کرنا۔

جتنی میں نے اصولوں کی پابندی کی اتنا میرا وقت اچھا اور خوشگوار گزرا۔ میں کبھی مفت چیزوں کے حصول کیلئے قطار میں کھڑا نہیں ہوا۔ سعودی حکومت کی طرف سے تمام حاجیوں کو کمبل، چٹائی وغیرہ کے تحائف مل رہے تھے۔ میں جب بھی رہائش گاہ کے استقبالیہ سے گزرتا، لوگوں کا ایک جمِ غفیر ان چیزوں کے حصول کے لئے موجود ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان تھا میرے دل میں کوئی آرزو نہ اُٹھی۔ معلوم نہیں کتنے دن گزر گئے۔ ایک رات میں اپنے کمرے میں سو رہا تھا کہ میرے ساتھی نے مجھے جگایا کہ ہوٹل انتظامیہ والے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے خود تحائف میرے حوالے کیے، میرے دستخط لئے اور چلے گئے۔ تمام ساتھی حیران تھے کہ ہم تو کتنی دیر تک رش میں انتظار کرتے رہے اور اس کو بستر تک پہنچا دیا۔

ہماری رہائش گاہ میں صوابی اور کوئٹہ کے لوگ رہ رہے تھے۔ چونکہ میں مسجد میں تعلیم کیا کرتا تھا اور کبھی کبھار نماز باجماعت پڑھاتا تھا تو لوگ آکر مجھ سے حج کے حوالہ سے مسائل پوچھتے۔ وہ مجھے مدرسے کا پڑھا ہوا عالم سمجھتے تھے لیکن میں انہیں کہتا کہ بھئی میں عالم نہیں ہوں البتہ علماء سے بہت محبت رکھتا ہوں۔ یہ جو مجھے ایک دو حرف آتے ہیں یہ علماء اور عارفین باللہ کا فیض ہے جو مجھے حاصل ہوا ہے۔

(جاری ہے)

چند واقعات

(پروفیسر ڈاکٹر سید شاہد حبیب صاحب، سعودی عرب)

"۱"

ماہ رمضان کے اعتکاف کے دوران عصر کی نماز کے بعد مجلس ذکر شروع ہونے کو تھی کہ حضرت صاحب کی نگاہ خانقاہ میں داخل ہوتے ہوئے ایک شخص پر پڑی جو ہاتھ میں یہودیوں کی کمپنی Nestle کی مشروب کی بوتل اٹھائے ہوئے تھا۔ حضرت صاحب بہت غصے ہوئے اور فرمایا کہ جو حربی کافر کی مصنوعات خریدتا ہے وہ بھی اسی کے زمرے (انہی میں سے) میں ہے۔ بندہ کو اپنا ایک واقعہ یاد آیا جس کا تذکرہ حضرت سے کیا تو انھوں نے اسے قلمبند کرنے کے لئے فرمایا۔ ہم ریاض شہر میں تقریباً ۱۶ سال سے رہتے ہیں اور یہ اللہ کا احسان ہے اور سلسلے کی برکات اور تربیت کا ثمرہ ہے کہ یہودیوں کی کوئی مصنوعات ہمارے گھر میں نہیں آتیں اور نہ ہی ہم ان کے رستورانوں (Food Chains) یعنی McDonald's یا Burger King وغیرہ میں سے کبھی کچھ لیتے ہیں۔ صرف مقامی کمپنیوں کی چیزیں استعمال کرتے ہیں۔

ہم نے اپنے نئے گھر میں منتقل ہونے کی خوشی میں دعوت کی، جس میں تقریباً دوسو اشخاص مدعو تھے اور یہ پروگرام ہمارے ایک دوست کے ذاتی فارم (Farm) میں تھا جو کہ پاکستانی ہیں۔ کھانے کیلئے یہ فیصلہ ہوا کہ وہیں پر پکایا جائے اور کسی ہوٹل سے نہ منگوایا جائے۔ چنانچہ انھوں نے ہی دنبے ذبح کروائے اور سارا کام سنبھالا۔ آج کل کھانے کے بعد میوے اگر ہوں یا نہ ہوں لیکن مشروبات ضرور ہوتے ہیں۔ پاکستان کی طرح بلکہ اس سے زیادہ یہودیوں کی مشروبات پیپسی وغیرہ وہاں بھی عام ہیں۔ ہم نے پہلے بھی کسی دعوت میں یا گھر میں ان کا کوئی مشروب کبھی استعمال نہیں کیا۔ مقامی کمپنی ''بی کولا'' استعمال کرتے ہیں۔ مارکیٹ میں جب پتہ کیا تو بی کولا کا سٹاک ختم ہو چکا

تھا اور کہیں نہیں مل رہا تھا۔ اہلیہ نے کہا کہ اس کے بغیر تو دعوت نامکمل رہ جائے گی۔ میں نے کہا کہ چلو جوس ہی لا دیں گے۔ انھوں نے کہا کہ نہیں لوگ صرف سوڈا ڈرنک ہی پسند کرتے ہیں۔ میں نے صاف کہہ دیا کہ پھر بھی میں کوئی پیپسی وغیرہ لے کر نہ آؤں گا۔ اور اس کے بغیر ہی دعوت کریں گے۔ ساتھ ہی ساتھ کوشش بھی کرتا رہا کہ کوئی صورت نکلے۔

دفتر میں بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتہً خیال آیا کہ اس کمپنی کی ویب سائٹ پر رابطہ ڈھونڈتا ہوں اور ان سے بات کرتا ہوں۔ دیکھا تو جدہ شہر میں ان کے آفس کا نمبر مل گیا۔ اس نمبر پر فون ملایا تو ان کے ایک ذمہ دار منیجر نے فون اٹھایا۔ میں نے اپنا تعارف کرایا اور اپنا حال سنایا کہ ہم پیپسی وغیرہ استعمال نہیں کرتے اور ہماری دعوت کیلئے آپ کا بی کولا چاہئے لیکن وہ مارکیٹ میں نہیں ہے تو ہم کیا کریں۔ وہ بہت خوش ہوا اور مجھے کہا کہ میں پانچ منٹ بعد آپ کو فون کرتا ہوں۔ اس نے تھوڑی دیر بعد فون کیا اور بتایا کہ ہم نے اپنے ریاض آفس سے رابطہ کیا ہے اور ان کو حکم دیا ہے کہ جہاں بھی ہو آپ کا آرڈر آپ کے گھر تک پہنچا دیں۔ ساتھ ہی مجھے اپنی گاڑی کے ڈرائیور کا نمبر دے دیا۔ میں نے ڈرائیور سے بات کی تو وہ پاکستانی تھا، اس نے کہا کہ میں ایک گھنٹہ میں آپ کے گھر پہنچ جاؤں گا۔ اس نے ہمیں پانچ بڑے کارٹن پہنچائے اور کہا کہ جب ضرورت ہو ہم سے براہ راست رابطہ کریں۔ میں نے پیسے دینے چاہے تو اس نے کہا کہ منیجر صاحب کا حکم آپ سے پیسے نہ لینے کا ہے۔ میں نے اصرار کیا کہ آپ ہم سے ضرور پیسے لیں کیونکہ ہم تو اس کمپنی کی حوصلہ افزائی کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے ہول سیل قیمت پر رسید بنا دی جو ہمیں دوسری مشروبات سے آدھی سے بھی کم قیمت پر پڑی۔ میرے دوست حیران تھے اور ہنس بھی رہے تھے کہ ڈاکٹر صاحب کا کام ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ، تھوڑی سی کوشش کرنی ہوتی ہے۔ یہ سب ہمارے سلسلے کی برکات ہیں۔

مجھ سے اکثر حضرات پوچھتے ہیں کہ بھائی ایک ریال کی پیپسی آتی ہے اس ایک ریال سے کیا ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے دو جواب ہیں، ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کے ریال کی

ضرورت نہیں، وہ دلوں کے حال کو دیکھتا ہے کہ میرے بندے میں دین اور مسلمانوں کیلئے کتنی غیرت ہے اور یہی میرے شیخ نے مجھے سکھایا ہے اور بار بار اس کا تذکرہ ہماری محفلوں میں ہوتا ہے۔ اور اگر یہ بات آپکی سمجھ میں نہیں آتی تو دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک ریال کی قیمت میں کلاشنکوف کی دو گولیاں آتی ہیں جسے وہ مسلمان کے سینے میں اتارنے کیلئے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرتا۔

ہمارے کئی دوستوں کے دینی حلقے منعقد ہوتے رہتے ہیں جن میں کچھ لوگوں کے شیخ حضرات بھی آتے رہتے ہیں تو ہمیں بھی بلا لیتے ہیں۔ ہم جب بھی گئے ہیں تو سب میں یہودیوں کی مشروبات عام چلتی ہیں۔ وہاں کسی ایک محفل میں ان کے بیانات میں یہ نہیں سنا کہ ایمانی غیرت کے تقاضے کے تحت اس کا بائیکاٹ کریں۔ جب ان کی دینی دعوتوں کا یہ حال ہے تو گھروں میں اور عام استعمال کیلئے تو اس سے زیادہ چیزیں استعمال کرتے ہوں گے۔ ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ حربی کافر کی چیزیں خریدنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کر رہا ہو کیونکہ وہ اس کی معیشت کو مضبوط کر رہا ہے۔

"۲"

مکہ مکرمہ، ریاض سے تقریباً ۹۵۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ شہر سے نکلنے کے بعد ریگستان ہے اور راستے میں چھوٹے چھوٹے گاؤں آتے ہیں۔ تقریباً ۵۷۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک علاقہ ظلم (Dhulam) ہے جو کہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جس میں تقریباً اسی، نوے کے قریب گھر ہوں گے۔ وہاں ہمارے ایک دوست کا پٹرول پمپ اور مہمان خانہ ہے۔ ہم جاتے ہوئے وہاں رکتے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے ہم عمرے پر جا رہے تھے تو وہاں ٹھہرے۔ ان کے پمپ میں ایک نوجوان پٹھان لڑکا سوات کا تھا، اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے پڑھنے کا شوق ہے، مجھے کچھ کتابیں لا کر دیں، اور سنا ہے کہ آپ کے کوئی شیخ صاحب ہیں، ان کے بارے میں مجھے بتائیں۔ میں نے کہا ضرور، اگلی دفعہ جب آؤں گا تو کتابیں لاؤں گا۔ اگلی دفعہ جب ہم گئے تو میں اس کیلئے اصلاح نفس اور تعلیم الاسلام لے کر گیا۔

ساتھیوں نے کہا وہ پاکستان چھٹی پر گیا ہوا ہے، جب آئے گا تو ہم اسے کتابیں دے دیں گے۔ پھر بندہ رمضان میں جب عمرے پر جا رہا تھا تو وہیں ظلم میں ہم رکے۔ ایک لڑکا دوڑا ہوا میرے پاس آیا اور ہاتھ ملایا۔ غور سے دیکھا تو وہی سواتی جوان تھا۔ چہرے پر پوری ڈاڑھی، سر پر ٹوپی، چہرے پر ایک خوشی کی مسکراہٹ اور نورانیت نظر آئی۔ اس نے میرا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اصلاح نفس پڑھتے ہی میرے دل کی حالت اللہ نے بدل دی۔ اس کو سلسلے کی مکمل ترتیب یاد تھی اور اس نے یہ بھی کہا کہ اگلی مرتبہ جب وہ پاکستان جائے گا تو حضرت صاحب سے ضرور ملاقات کریگا۔ مجھے بھی بہت خوشی ہوئی۔

"۳"

ہمارے ایک دوست ڈاکٹر صاحب جو بظاہر زیادہ دیندار نہیں ہیں اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں سیلاب آیا، میں انہی دنوں ایک مرتبہ جب کھانا کھانے کیلئے بیٹھا تو یکدم دل میں خیال آیا کہ میرے گاؤں کے لوگوں کو تو کھانے کی بھی تکلیف ہے۔ میں نے اہلیہ سے کہا کہ آج کل تو میرے پاس پیسے بالکل نہیں ہیں اور ابھی تنخواہ میں بھی دن کافی ہیں، میں تو اپنے گاؤں والوں کی کوئی مدد نہ کر سکا۔ اس نے کہا کہ گھر کے خرچے کے لئے میرے پاس ۸۰۰ ریال ہیں وہ بھیج دیتے ہیں، اور مجھے لا کر دے دیے۔ میں اگلے دن صبح دفتر گیا اور ایک لفافے میں ۷۰۰ ریال رکھے اور اس پر اپنا نام لکھا تا کہ میرا دوست نثار جو اس رات پاکستان جا رہا تھا اور وہ ساتھ لے جائے۔ کہتا ہے کہ ابھی میں نے لفافے کو بند نہیں کیا تھا کہ ڈاکٹر خالد جو کہ ہمارا انچارج ہے میرے آفس میں داخل ہوا، اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا جس پر میرا نام لکھا ہوا تھا، اس نے مجھ سے کہا کہ آپ نے پچھلے سیمسٹر (Semester) میں جو لیکچر دئے تھے یہ ان کا بونس ہے۔ میں نے لفافہ کھولا تو اس میں آٹھ سو (۸۰۰) ریال تھے۔ مجھے بڑی حیرانگی ہوئی کیونکہ وہ ۸۰۰ ریال جو میں بھیج رہا تھا اس کے علاوہ میرے پاس کوئی پیسے نہیں تھے۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اس ۸۰۰ بونس میں سے دوسو اور نکال لئے اور پاکستان ۱۰۰۰ ریال بھجوائے اور باقی اپنے خرچ کیلئے رکھ لئے۔ واقعی نقد کا سودا نقد رہا اور آخرت کی کامیابی تو ہے ہی۔